رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۹۳

فون نمبر ۳۰۰۱

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

ہفت روزہ

المنبر

لائل پور

رئیس التحریر: عبدالرحیم اشرف

زرِ تبادلہ
بشمول ماہوار ایڈیشن
بارہ روپے

فی پرچہ
۲۵ پیسے

کیا عیسیٰ خیل حضرت عیسیٰؑ کی اولاد ہیں؟

مرزا غلام احمد کے اقوال کی دورنگی

(بابو حبیب اللہ کلرک روم امرتسری)

جناب مرزا صاحب قادیانی

(الف) اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" (مطبوعہ ۱۹۱۴ء) کے صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ پر لکھتے ہیں:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کی موت سے بچنے کے متعلق ایک پیشگوئی یسعیاہ باب ۵۳ میں اس طرح پر ہے:-

اور اس کے بعد سفر کی جو بات ہے سو کون سفر کرے جائے گا کیونکہ علیحدہ کیا گیا ہے قبائل کی زمین سے اور کی گئی شریروں کے درمیان اس کی قبر پر وہ دولتمندوں کے ساتھ ہوا اپنے مرنے میں جب کر گناہ کے بدلے میں ان کی جان کو دے گا۔ (تو وہ بچ جائے گا) اور صاحب اولاد ہوگا۔ اس کی عمر لمبی کی جائے گی وہ اپنی جان کی نہایت سخت تکلیف دیکھے گا (یعنی صلیب پر چڑھیں گے) پر وہ پوری عمر پائے گا۔"

(ب) کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

"سو جیسا اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے۔ کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کی سیر کی ہوگی۔ اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ مسیح ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے۔ اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل کر لی ہوگی، اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم "عیسیٰ خیل" کہلاتی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔"

(۲) اخبار الحکم

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۵ پر ہے:-

"جب یونس والی پیشگوئی کے مطابق مسیح نے صلیب سے اترا۔ زندہ قبر میں رہ زندہ قبر سے نکل کر کھوئی بھیڑوں کی کابل و کشمیر میں ہدایت کرتا ہوا کشمیر میں فوت ہوا اور بسبب اس بڑے لمبے سفر کے مسیح یعنی بلا سیاح بھی کہلایا۔ چنانچہ سرحد پشاور پر عیسیٰ خیل و عیسیٰ الخیل اسی کی اولاد سے معلوم ہوتی ہیں۔"

(۳) حکیم خدا بخش صاحب احمدی

اپنی کتاب "عسل مصفیٰ" کے حصہ اول کے صفحہ ۵۲، ۴۵۱، ۴۵۲ پر یوں لکھتے ہیں:-

"تورات میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ یسوع صلیب پر نہیں مرے گا جس کی آیت یسعیاہ باب ۵۳ درس ۱۰ سے یوں ہوتی ہے۔۔۔ ۔۔۔۔ مسیح صاحب اولاد ہوگا جس کی تصدیق تورات سے یوں ہوتی ہے۔ جب کہ گناہ کے بدلے میں اس کی جان کو دے گا (تو وہ بچ جائے گا) اور صاحب اولاد ہوگا۔ مسیح اس واقعہ صلیب کے بعد ۸۷ برس اور زندہ رہا اور صاحب اولاد بھی ہوا۔ چنانچہ افغانستان میں اب تک عیسیٰ خیل قوم موجود ہے۔"

اس کی تردید

۱۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ مندرجہ اخبار "الحکم" مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ و ۵ اور کتاب منظور الٰہی کے صفحہ ۱۹۶ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے شادی نہ کی تھی۔

۲۔ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۹۹ کے حاشیہ پر جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"اور ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی۔"

۳۔ کتاب "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۲۸۳ کے حاشیے اور کتاب تبلیغ رسالت جلد اول کے صفحہ ۱۱۴ کے حاشیہ پر ہے۔

"انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کے لئے فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔"

۴۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی "اعلام الناس" حصہ اول کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں:-

"مسیح نے نکاح نہیں کیا تھا اور نہ اس کی کوئی اولاد ہوئی۔"

۵۔ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء کے صفحہ ۴ پر مولوی جلال الدین صاحب احمدی سیکھوانی یوں لکھتے ہیں:-

"مسیح کا شادی کرنا ثابت نہیں ہے کیونکہ آپ کی تعلیم یا عمل سے ثابت ہے۔"

۶۔ اخبار الحکم جلد ۱۳ صفحہ ۵ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۱۱ کے کالم نمبر ۲ میں ہے:-

"مسیح نے ایک بھی بیوی نہیں کی۔"

۷۔ اخبار "الفضل" مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۸ء کے صفحہ ۵ کے کالم نمبر ۲ میں ہے:-

"حضرت عیسیٰ بلا باپ تھے۔ صاحب اولاد ہونا معلوم نہیں۔ غالباً مجرد تھے۔"

۸۔ اخبار "بدر" مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ کے کالم ۲ میں ہے:-

"یسوع فرقہ اسینیا جو بطور ایک پیر داخل تھا۔ جو شادی کیا نہ کرتے تھے (انجیل فتح پر صلیب صفحہ ۳۱)"

۹۔ اخبار "الفضل" مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۶ کے کالم نمبر ۱ میں ہے:-

"سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیق یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی۔"

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ شادی کی اور نہ آپ کی اولاد ہوئی۔ اس پر بھی (بقول مرزا) قوم عیسیٰ خیل حضرت موصوف کی اولاد ہے (چہ خوش!)

جلد ۔۔۔ ۱۲
شمارہ ۔۔۔ ۲
ہفت روزہ المنبر لائلپور
۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
۱۲ اپریل ۱۹۶۸ء

دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی خدمت میں

دردمندانہ اپیل

مولانا محمد تقی عثمانی مدیر "البلاغ" کراچی

مذکورہ صدر مضمون پر "المنبر" کے متعدد شماروں میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ الحمدللہ یہ مسئلہ امت مسلمہ کی بے لوثی کے باوجود دینی حلقوں میں دلی انبساط قرار دی گئی۔ اس سلسلہ میں مدیر البلاغ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنے موقر جریدہ "البلاغ" میں جو ذیل اداریہ شائع فرمایا ہے۔ اس اداریہ میں اس ناخوشگوار صورت حال پر بھی مفصل بحث کی گئی ہے، جو معظم و محترم مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب مدظلہ کے ایک مضمون کی وجہ سے چھڑ گئی تھی۔ ہماری دانست یہ ہے کہ مولانا ممدوح کا زیر بحث جملہ پیچھے سیاق و سباق کے باوجود درست تھا اور آئندہ ہر فریق کو دوسرے کے بارے میں اس قسم کے اظہار خیال سے گریز کرنا چاہیے۔ تاہم جس انداز سے محترم مدیر البلاغ نے معذرت کی ہے، اس کے بعد دوسری جانب سے بھی پرجوش خیر سگالی کی ضرورت ہے۔

المنبر ۔۔۔ کسی گروہ کا ترجمان نہیں اور سبھی کا ترجمان و خادم ہے، اور اس مسلک کے داعی کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلک خواہ فقہا کا ہو یا محدثین کا اسے اختیار کر لینے سے کوئی بھی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرے سے باہر نہیں نکلتا اور اس پر تعریض شرعاً جائز نہیں، اور یہ روش جو روز اول سے ہمارے اہل علم اور اصحاب قلم نے اختیار کی کہ علانیہ کسی کو مقلد کہا گیا اور کسی کو غیر مقلد، بالکل بے کسی درجے میں گوارا ہو تاکہ تلخی اور شعور ناک حد تک میں اس اسلوب کو یکسر ختم کر دینا از بس ضروری ہے ۔۔۔ تفہیم مسلک و مشرب کی بجائے تعلیمی اور مباحثوں کا قیام اور اپنے آپ کو کسی ایک ۔۔۔ اہلحدیث یا حنفی مسلک کی جانب منسوب کرنا تو ہم دوسروں پر اظہار رائے کے بجائے اپنے بارے میں بار بار [illegible] اپنی حقیقت کے اظہار پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہم اسے اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے ہمارے نزدیک محدثین علیہم الرحمۃ کا مسلک بالدلیل بالکتاب والسنہ ہے۔ لیکن فقہاء کرام علیہم الرحمۃ اسی طرح ہمارے نزدیک واجب الاحترام ہیں جس طرح محدثین رضوان اللہ علیہم اور امت سے فقہاء محدث بھی ہیں جیسے محدث فقیہ بھی ہیں اور یہ دونوں ہمارے بہا متاع ہیں ۔۔۔ رہا مسلک مشرب کی بنا پر کسی وحدت میں شرکت تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہم اسے اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے اور ہماری آرزو اور یہی کوشش بھی ہے کہ اہل حق کے تمام فرقے دینی فرقہ وارانہ [illegible] پر اسلام کو ترجیح دیں۔ امت کی وحدت کو قائم رکھیں، تمام مسلمانوں کا احترام و اکرام کریں۔ فقہی امور میں وسعت قلب اور حوصلہ و رواداری کو معمول بنائیں۔ سب اپنے اپنے مسلک پر کاربند رہیں، متوازن حیثیت انداز میں اس کی اشاعت حسب ضرورت کرتے رہیں۔ لیکن وہ اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ ان کا وجود اور ان کے مسلک و مشرب کی بقا اسلام ہی کے طفیل ہے ۔۔۔ اور آج نفس اسلام اور امت مسلمہ اغیار کے حملوں کا ہدف ہے جس کا سب سے مقدم ہاتھ فرض ہم کی مدافعت و حفاظت اور امت کی جمعیت امت کے بچاؤ کے لئے جان توڑ کوشش کی ضرورت ہے۔

ان گزارشات کے بعد ہم مدیر البلاغ کا مقالہ پیش کرتے ہیں اور متوقع ہیں کہ اس دردمندانہ انداز فکر اور اظہار و بیان کی تائید کی جائے گی ۔۔۔ اور جلد ہی کوئی ایسی عملی کوشش ہونے کو آئے گی جو اہل حق کے فرقوں کو قدر مشترک پر مجتمع کرنے پر منتج ہو۔

وفقنا اللہ جمیعاً (ع۔ الف)

[illegible]

انتہائی کرب انگیز

لیکن ان تمام تلخ حقیقتوں کے باوجود [illegible] ۔۔۔ لیکن انتہائی کرب انگیز ہے یہ واقعہ کہ اس پُر آشوب دور میں بھی جب کہ ہمارے دشمنوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ہم آپس ہی میں ایک دوسرے کے ساتھ طرح طرح کی خانہ جنگیوں میں معروف ہیں، جاہ و اقتدار کے لئے آپس کی لڑائیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، خود علمی اور دینی سطح پر ہمارا بیشتر وقت اور توانائیاں اصل دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان فروعی مسائل پر جھگڑا کرنے میں صرف ہو رہی ہیں جو نہ کبھی طے ہوئے ہیں، نہ ہو سکتے ہیں، ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کا گریبان [illegible] حالت اس پر کچھ اچھا نہ ہوا [illegible] اصل مسائل ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور اصول دین کا میدان ہم نے دشمن کی یلغار کے لئے خالی چھوڑ رکھا ہے۔

اتحاد اور اختلاف

اتفاق و اتحاد کی ضرورت و اہمیت [illegible] آج تک کسی کو کوئی کلام نہیں ہوا۔ شاید آج کوئی مسلمان ایسا ہو جو ان باہمی جھگڑوں کو مفید و خطرناک نہ سمجھتا ہو لیکن اس کے باوجود انتشار و افتراق کی جو المناک صورت ہمارے سامنے ہے اس کی وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اتحاد و اتفاق کے مفہوم کو صحیح طور سے سمجھا نہیں گیا، ہم میں سے بعض حضرات تو وہ ہیں جو اتحاد اور اتفاق کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ تمام مسلمان ہر ہر جزوی مسئلے میں ان کے نظریات کو تسلیم کریں۔ لہٰذا جب تک کوئی شخص ان نظریات کو نہ اپنا لے جنہیں وہ درست سمجھتے ہیں اس وقت تک وہ اس کے ساتھ کسی اشتراک عمل اور کسی قسم کے تعاون کو گوارا نہیں کرتے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کی تمام تر توانائیاں اپنے مخصوص فروعی مسلک کی تشریح [illegible] میں صرف ہوتی ہیں [illegible] ہے۔

دوسری طرف بعض حضرات وہ ہیں جو اتحاد و اتفاق کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے اپنے مسلک پر رہیں لیکن کوئی شخص اپنے مسلک کو بیان نہ کرے [illegible] تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے اتحاد و اتفاق پر ضرب لگی ہے، اور پھر بھی وہ اس شخص کے خلاف [illegible] نہیں کرتے۔

ہماری ناقص رائے میں یہ دونوں طرز عمل غلط ہیں اور ان سے اتحاد و اتفاق کی فضا کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک فروعات میں اختلاف رائے کا تعلق ہے، اس کو ختم ہو جانا معقول ہے اور نہ ممکن۔ فروعی مسائل میں اختلاف کوئی بری چیز نہیں، صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت میں بھی یہ اختلاف رہا ہے اور ہماری چودہ سو سالہ تاریخ کا کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رائے کا یہ اختلاف امت کی فکری بیداری پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب تک مسلمانوں میں علم و دیانت موجود ہے اس وقت تک اختلافات کا مٹنا ممکن نہیں۔

ایک تجویز

لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ جس اختلاف کو اس چمن کی زیبائش کا سبب بننا چاہئے تھا آج وہ اس کی بربادی کا سبب بن رہا ہے۔ جس اختلاف کو امت کے لئے "رحمت" قرار دیا گیا تھا آج ہم نے اسے اپنے لئے "زحمت" بنا لیا ہے۔ اختلاف رائے کو جنگ و جدل کا موجب سمجھ کر ہم آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے دین کے بنیادی مقاصد بری طرح مجروح ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس تکلیف دہ صورت حال سے بچنے اور مسلمانوں کو متحد کر کے دین کے بنیادی مقاصد پر متوجہ کرنے کا راستہ ہمارے نزدیک صرف یہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے وہ تمام فرقے اور جماعتیں جن کے درمیان دین کے بنیادی اور جوہری امور میں اختلاف نہیں ہے، زبانی اور تحریری مناظروں سے مکمل پرہیز کریں۔

۲۔ ہر فرقہ اپنے تدریس، تصنیف اور فتویٰ کے حلقوں میں اپنے مسلک کو ضرور واضح کرے لیکن اس میں دوسرے پر طعن و تشنیع، فقرہ بازی اور طعن و تعریض کے دل آزار اسلوب کو قطعی طور پر ترک کیا جائے۔

۳۔ ان اختلافات کو عوامی جلسوں اور اخبارات و رسائل کا بنیادی موضوع نہ بنایا جائے۔ کسی جگہ ضمناً ان کا ذکر ضروری معلوم ہو تو اسے بھی نرم لب و لہجہ کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کی جائے۔

۴۔ تمام مسلمان اپنی توانائیاں بے دینی کے اس سیلاب پر بند باندھنے میں صرف کریں جس نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

۵۔ ہر جماعت کے اہل علم وقت کے ان علمی فتنوں کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں جو اشتراکیت، عیسائیت، دہریت، قادیانیت، انکار حدیث اور تجدد و تحریف دین کی شکل میں براہ راست دین کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے اہل علم و فکر حضرات ان نظریات کا گہرا مطالعہ کر کے ان کی فتنہ سامانیوں سے پوری طرح آگاہ ہوں گے تو انہیں آپس کے یہ اختلافات ہیچ نظر آئیں گے۔ اور فروعی مسائل پر بحث و مباحثہ کی یہ گرم بازاری انہیں گناہ محسوس ہو گی۔

ہماری نظر میں یہ وہ طریق کار ہے جسے ہر فرقے کے ذمہ دار اپنا لیں تو ہماری بہت سی مشکلات کا مداوا ہو سکتا ہے۔ "البلاغ" کے سرپرست حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی عرصۂ دراز سے تمام مسلمانوں کو اس طرز عمل کی دعوت دے رہے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وقت کی وہ پکار ہے جس پر آج بھی لبیک نہ کہا گیا تو ہمارا انجام بڑا ہولناک ہو گا۔ ہماری تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے بھرے ہیں کہ مسلمانوں میں جب بھی فروعی مسائل پر معرکے گرم ہوئے ہیں، ہمیشہ کسی "فتنۂ تاتار" نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کے نتیجہ میں بعض اوقات قوموں کی قومیں حسرتوں کی درد بھری داستان بن کر رہ گئی ہیں۔ ایسی داستان جسے سن کر آج آنسو بہانے اور آہیں بھرنے کے سوا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

الحمد للہ کہ "البلاغ" کا ایک سال خیر و خوبی کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اور اس شمارے سے وہ اپنی دوسری جلد کا آغاز کر رہا ہے۔ جن حضرات نے باقاعدگی کے ساتھ اس کو پڑھا ہے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہمارا طرز عمل شروع سے یہ رہا ہے کہ ہم نے اپنی تمام تر توجہ مثبت انداز میں دین کی تعلیمات کو پیش کرنے اور ان بنیادی مسائل کا حل تلاش کرنے میں صرف کی ہے جو اس وقت امت مسلمہ کو درپیش ہیں۔ فروعی اختلافی مسائل کو اول تو چھیڑا ہی نہیں گیا، اور اگر کہیں ضمنی طور پر ان کا تذکرہ آیا بھی ہے تو اسے بھی بیانیہ طور سے اپنے مسلک کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور تنقید کا لب و لہجہ ہمیشہ نرم اور برادرانہ رہا ہے۔ اس دوران کئی موقع ایسے بھی آئے کہ بعض حضرات نے کچھ فروعی مسائل کی طرف "البلاغ" کو متوجہ کیا۔ جماعت اہل حدیث کے بعض متشدد حضرات نے اسی دوران ایک خاصا ضخیم کتابچہ بھی تقسیم کرایا جس میں ضمناً مدیر "البلاغ" کو کافر و مشرک تک کہا گیا تھا۔ ہمارے بعض محترم معاونین نے خطوط کے ذریعہ ہم سے مطالبہ بھی کیا کہ "البلاغ" اس پر کچھ لکھے۔ خود اہل حدیث میں سے بعض درد مند احباب نے ہمیں خطوط لکھ کر اس کتابچہ سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اور ایسے مضامین ہمارے پاس بھیجے جن میں علماء اہل حدیث کو جماعت اہل حدیث سے خارج قرار دیا گیا تھا۔ لیکن ہم نے ان میں سے کسی چیز کو البلاغ میں شائع کرنا اس لئے پسند نہیں کیا کہ اس سے بحث کا دروازہ کھلتا تھا۔ اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ البلاغ کی توانائیاں ان تنازعات میں صرف ہوں۔

لیکن جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے، فروعی مسائل کو اپنا اصل موضوع بحث بنائے بغیر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اپنے مسلک کی توضیح و تشریح کرنا ہمارے نزدیک اتحاد و اشتراک کے منافی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ماہ شوال کے البلاغ میں تقلید کے مسئلے پر حضرت الشیخ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا ایک مختصر مضمون ہم نے ضرور شائع کیا تھا۔ اس مضمون کا پورا انداز و اسلوب اس بات کا گواہ ہے کہ اس کا مقصد کوئی بحث و مناظرہ نہ تھا بلکہ اس میں فاضل مضمون نگار نے اپنے مسلک کی توضیح کے لئے بڑے متین انداز میں اپنا ایک واقعہ بیان کیا تھا۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ ہمارے بعض معاصرین نے اس مضمون کا ضرورت سے بہت زیادہ اثر لیا۔ اس تین صفحے کے مختصر مضمون کی بنیاد پر پے در پے کئی شماروں میں مستقل اداریے لکھے، پھر کئی دینی رسائل و اخبارات اس بحث میں الجھ گئے، اور اس طرح ایک تکلیف دہ مناظرے کا آغاز ہو گیا۔ جس میں بات علمی گفتگو سے بڑھ کر ذاتیات تک جا پہنچی۔ اور طعن و تشنیع سے گزر کر سب و شتم اور طعن و تعریض تک وہ سب کچھ ہوا جو ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا۔

ان سطور کو لکھنے سے قبل ہم نے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہم العالی کے مضمون کو دوبارہ پڑھا۔ جن حضرات کے پاس "البلاغ" کا شوال کا شمارہ موجود ہے وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس کا لب و لہجہ تمام تر ناصحانہ اور مشفقانہ ہے، اور اس میں کوئی بات ایسی موجود نہیں جو اشتعال انگیز ہو۔ صرف ایک فقرہ ایسا اس میں ضرور آگیا ہے کہ "اہل حدیث قرآن پر عمل نہیں کرتے" لیکن اس کو پورے سیاق و سباق میں دیکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ فاضل مضمون نگار کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ معاذ اللہ اہل حدیث قرآن کریم کے منکر یا سرے سے اس کے تارک ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کا مسلک اوفق بالقرآن ہے اور اہل حدیث کا مسلک فاضل مضمون نگار کی رائے میں ایسا نہیں ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کوئی ایسی بات ہے جس کی بنا پر کوئی ہنگامہ کھڑا ہو اور اسی کی وجہ سے بحث و مناظرہ کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جائے۔

ابھی اس تلخ بحث و مناظرہ سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ اسی دوران اہل حدیث اور دیوبندی دونوں حضرات کی طرف سے زبانی مناظروں کے کچھ اشتہار بھی شائع کئے گئے جنہیں پڑھ کر تلخی اذیت انتہا کو پہنچ گئی۔

ہم اہل حدیث اور دیوبند کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ان کی خدمت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ یہ التجا کرتے ہیں کہ یہ فروعی اختلافات کبھی مٹنے والے نہیں ہیں، چودہ سو سال کی طویل بحثیں ان کو نہیں مٹا سکیں، اور اگر یہ اپنی حدود میں رہیں تو ان کا باقی رہنا چنداں مضر بھی نہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے بحث و مناظرہ اور باہمی نزاع و جدال کی اس تشویشناک صورت کو اب ہر قیمت پر ختم فرمائیے۔ یہ امت عرصے سے اپنے سینے میں سینکڑوں گھاؤ لئے بیٹھی ہے، خدا کے لئے باہمی منازعات کے ذریعے اس کی مشکلات میں اضافہ نہ کیجئے۔ اگر اس نزاع و جدال کا سبب "البلاغ" ہے اور وقت کے اصحاب فکر سنجیدگی کے ساتھ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اس معاملے میں "البلاغ" سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو مدیر البلاغ اس کے لئے ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہے، لیکن خدا کے لئے اس غلطی کی سزا اس پوری امت کو نہ دیجئے جو پہلے ہی اپنے زخموں سے نڈھال اور نیم جاں ہے اور اس میں اب مزید صدمے اٹھانے کی تاب نہیں رہی۔ بالخصوص فریقین کے وہ حضرات جنہوں نے ایک دوسرے کو دعوت مناظرہ دی ہے، ہم ان کی خدمت میں دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ کو اس خدا، اس رسول، اس قرآن اور اس سنت کا واسطہ جسے آپ دونوں حضرات حجت و بنا سمجھتے ہیں، خدا کے لئے

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ماریشس میں قادیانیوں کو غیر مُسلم قرار دے دیا گیا

فاضل محمد اسلم سیٹھ

ماریشس کی تاریخ کا سب سے بڑا مقدمہ جو قادیانی اُمت مسلمانوں کے مقابلہ میں ہار گئی

ماریشس سے شائع ہونے والی ایک کتاب "ماریشس میں مسلمان" (دی مسلمز آف ماریشس) میں "قادیانی اُمت" کے بارے میں ایک پورا باب ہے۔ کتاب کے مصنف جناب ممتاز عمر بیٹ نے بڑی محنت سے ماریشس کے مسلمانوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور خاص کر قادیانیوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے لئے تکالیف کا سبب بن رہے ہیں۔ کتاب کا دیباچہ ماریشس کے وزیر اعظم نے لکھا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ ہم اس کتاب سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں جس سے اس حقیقت کا پتہ چل جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا مسلمانوں اور عیسائیوں یا یہودیوں یا دوسرے مذاہب کا ہے۔ (ادارہ)

ماریشس کا جغرافیائی پس منظر

ماریشس دنیا کا سب سے خوبصورت جزیرہ ہے جو بحر ہند میں واقع ہے۔ یہ جزیرہ مڈغاسکر سے مشرق کی جانب ۵۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا رقبہ ۷۲۰ مربع میل اور آبادی ساڑھے آٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ لمبائی میں جزیرہ ۳۹ میل اور چوڑائی میں ۲۹ میل ہے۔ اس جزیرے میں اکثر طوفان اٹھتے ہیں جو جانی اور مالی نقصان کا سبب بنتے ہیں۔ اس کا دارالخلافہ پورٹ لوئیس ہے جو جزیرے کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس جزیرے میں مختلف ملک کے باشندے آ کر آباد ہوتے رہے۔ زمانہ حال میں مختلف تہذیبیں گڈمڈ ہو کر کچھ نیا ہی انداز اختیار کر گئی ہیں۔

یہاں کی آبادی میں ہندو ۵۲ فیصد، مسلمان ۱۶ فیصد، چینی ۳ فیصد اور باقی عیسائی ہیں۔ یہ جزیرہ گنے کی پیداوار کے لحاظ سے خاص مشہور ہے۔ یہاں گنے کی فصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ ملک میں ۲۳ کارخانے شکر سازی کے ہیں۔ اور ملک کی پیداوار کا انحصار بھی شکر پر ہی ہے۔ دوسرے نمبر پر چائے اور تمباکو کی پیداوار ہے۔

ملک کے انتظامی امور میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو بڑا دخل ہے۔ ہندو تو اب کہنے لگے ہیں کہ جب بر عظیم ہند سے بحری بیڑہ ... اور یہ کام ۱۹۸۰ء تک ممکن ہو گا تو وہ اس جزیرہ کا الحاق بھارت سے کرنے کے لئے پورا زور لگائیں گے۔ اس صورت حال سے ماریشس کے مسلمان خاصے پریشان ہیں۔ پچھلے دنوں عیسائیوں اور ہندوؤں نے ماریشس کے مسلمانوں پر قاتلانہ حملے کئے جو بے سود رہے اور کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کی بستیوں کو نذر آتش کیا گیا ہے اور ان واقعات کا علم ہمیں لندن کی مسلم سوسائٹی کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔

یہاں کے مشہور شہر اور قصبے یہ ہیں۔ پورٹ لوئیس، کیوری پائپ، کیوپیری، بو بسن، روز ہل، وواکاز، فلکس وغیرہ۔

ماریشس اور قادیانی امت

جناب ممتاز عمر بیٹ اپنی کتاب کے چھٹے باب میں لکھتے ہیں:

جزیرہ ماریشس میں قادیانیت کا تعارف "ریویو آف ریلیجنز" کے ذریعہ سے ہوا جو قادیان سے شائع ہوتا تھا۔ یہ پرچہ ماریشس میں نور محمد نورویا کے پاس جایا کرتا تھا جو وہاں کے مذہبی رسالہ "الاسلام" کے مدیر تھا۔ اور نور محمد کے بارے میں قادیانیوں نے اس کے رسالہ "الاسلام" سے معلومات حاصل کیں جو ماریشس سے تمام دوسرے ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔ نور محمد نے ۱۹۱۳ء میں قادیانیت اختیار کر لی اور اس کے عوض قادیانیوں نے اس کے پرچہ "الاسلام" کی سو روپے کی کاپیاں خریدنا منظور کیں۔ ماریشس کا یہ پہلا مسلمان تھا جو ان کے جال میں آ کر اپنا دین چھوڑ گیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم اول زوروں پر تھی، قادیان کے دو فوجی جو برطانوی فوج میں تھے ماریشس پہنچے۔ چونکہ قادیانیوں کو ایک دوسرے کا علم ہوتا ہے اس لئے ان فوجیوں نے نور محمد سے ملاقات کی اور قادیانیت کے پھیلانے کے لئے پروگرام بنانے لگے۔

قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے جو دو فوجی ماریشس میں پہنچے ان میں سے ایک کا نام دین محمد اور دوسرے کا نام بابو اسمٰعیل خان تھا۔ اور وہ ستر ہویں بلوچ انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۵ء تک یہ فوجی اپنی تبلیغی کارروائیاں کرتے رہے تاہم ان کا تبادلہ نیروبی کی طرف ہو گیا۔ اس کے بعد ماریشس میں تبلیغی کام کے لئے قادیان سے مولوی غلام محمد بی اے کو بھیجا گیا جس نے ۱۹۱۵ء میں نور محمد سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا آغاز ہوا۔

ماریشس میں قادیانیوں کی باون سالہ تبلیغ میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ لوگ وہاں یہ بتاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حنفی سنی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی طرح کچھ لوگوں کو انہوں نے اپنے قریب کر لیا لیکن جب ماریشس کے مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوا کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو ماریشس کے عام مسلمان قادیانیوں کے خلاف ہو گئے۔ آج ماریشس میں مرزائیوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہوں نے ۱۹۱۴ء میں قادیانیت قبول کی تھی۔ ماریشس کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف سخت محاذ قائم کر رکھا ہے۔ قادیانیوں کے خلاف ماریشس میں محاذ قائم کرنے کا سہرا حضرت مولانا عبداللہ رشید نواب کے سر ہے۔ مولانا عبداللہ رشید نے ۱۹۱۹ء میں ایک اردو نظم لکھی جس میں مرزا قادیانی غلام احمد کے گھناؤنے کردار کو پیش کیا۔ اس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ اس نظم کی اشاعت کے فوراً بعد ماریشس کے مسلمان قادیانیوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ مسلمانوں نے قادیانیوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔ اپنی مساجد کو ان کی دستبرد اور ان کی تبلیغ سے محفوظ کیا۔ جس طرح قادیانیوں نے اپنے ہاں مسلمانوں سے معاشرتی تعلقات منقطع کر رکھے تھے اسی طرح ماریشس کے غیور مسلمانوں نے ان کا سوشل بائیکاٹ کیا اور اس طرح ملک بھر میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی۔ قادیانی جو اپنے آپ کو سنی مذہب کے پیروکار بتاتے تھے پوری طرح بے نقاب ہو گئے۔ اور ان کے نئے مسلمان بنانے اور عام مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کے مواقع کم سے کم رہ گئے۔

جنگ عظیم اول اور قادیانیوں کی اسلام دشمنی

۱۹۱۶ء میں جب جنگ زوروں پر تھی ترک اور جرمنی کی سپاہ میدان کارزار میں داد شجاعت دے رہی تھیں۔ برطانوی فوجیں درہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں اس وقت ماریشس کے چند قادیانی ان مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر رہے تھے جو خلافت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے اپنی جان سے حاضر تھے۔ چنانچہ انگریزوں نے ماریشس سے دو مشہور خادمان اسلام اور قومی کارکنوں کو جلا وطن کیا۔ ان کے نام حافظ ابراہیم مال اور مولوی آیات اللہ تھے۔ مولوی آیات اللہ اور حافظ ابراہیم مال جہاں قادیانیوں کے خلاف تقاریر کرتے تھے وہاں ترکوں کے لئے دعائیں بھی ان کی زندگی کا حصہ تھیں۔ چنانچہ ماریشس کے

مسلمانوں کے خلاف جہاں بھی انگریز کے ملک بعد ہوئے تو قادیانیوں کی سازش کا شکار ہوا اور اس کا معقول ثبوت ان کے پاس موجود تھا۔ اس واقعہ سے بھی قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے تھے۔ ماریشس کے مسلمان جنگ عظیم اول کے دوران ترکوں کے بعد۔ خلافت اسلامیہ کی حفاظت کی دعا کرتے تھے۔ جب کہ قادیانی تاج برطانیہ کی حفاظت کے لئے کام کر رہے تھے قادیانی کہتے تھے کہ ان کی خلافت۔ قادیان میں ہے۔ کسی اور کی خلافت سے ان کا کیا سروکار ہے اور اسی لئے یہ لوگ برطانیہ کے ہمدرد ہیں۔ کیونکہ برطانوی حکومت ہی اس امت کے قیام کا سبب بنی تھی۔ جنگ کے بعد ۱۹۱۹ء میں ماریشس کے مسلمانوں کو قادیانیوں نے پاگل کرنے کی کوشش کی کہ مولوی آیات اللہ اور حافظ ابراہیم علی کے خلاف بدسلوکی کے سلسلہ میں قادیانیوں کا ہاتھ نہیں تھا۔ لیکن مسلمانوں نے قادیانیوں کی تبلیغ و ان کی طرف کوئی دھیان نہ دیا

روز ہل مسجد کا قضیہ اور قادیانیوں کی شکست

"روز ہل" ماریشس کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ یہاں ۱۹۰۳ء میں مسلمانوں نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کی اور یہاں سے پورے علاقے کے مسلمان رہنمائی حاصل کرتے تھے جب روز ہل کے علاقے میں مسلمانوں کی تعداد بڑھی تو انہیں ایک مسجد کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ ایک دیندار اور مخیر مسلمان اسماعیل جیوا کی کوششوں سے یہ خوبصورت مسجد تعمیر ہوئی۔ مسجد کے لئے زمین خرید کی گئی۔ و رقم اسماعیل جیوا نے دی تھی۔ ۱۸۹۹ء میں حاجی ابراہیم سلیمان اچیا نے مسجد کے متعلق کچھ اور زمین خریدنے کے لئے مسجد کی انتظامیہ کو رقم دی اور تدریسی ضرورتوں کے لئے دے دی۔ مسجد کی کمیٹی کا نام روز ہل مسلم مسجد کمیٹی قائم کی۔ اور یہ کمیٹی وہاں کے مسلمانوں سے چندے کر کے مسجد کا انتظام چلاتی تھی۔ ماریشس میں یہ ایک مسجد ایسی تھی جہاں دین کے مسائل پر سیر حاصل تقاریر ہوتیں اور جدید نظریات کی مخالفت ہوتی اور یہاں کے علماء عیسائیوں کی تبلیغ کا موثر جواب دیتے تھے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے پھیلانے کا یہ مرکز تھا۔ چنانچہ یہاں سے قادیانیوں کے خلاف بھی آواز بلند ہوئی قادیانیوں کو از خود مسلمانوں کی مساجد میں بعد

ہوا اس سے معاشرتی تعلقات منقطع کر لئے گئے۔ کچھ قادیانی جو روز ہل مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے انہوں نے مسجد پر قبضہ کر لیا کیونکہ ان دنوں مسجد کا متولی حاجی ابراہیم سلیمان اچیا تھا۔ جو کچھ آزاد تھا۔ اور قادیانیوں نے اسے پھانس لیا تھا جب مسجد کا جھگڑا شروع ہوا تو مسجد کی انتظامیہ میں ۱۲ قادیانی تھے اور ۰۰ مسلمان تھے چونکہ متولی قادیانی تھا اس نے مسجد پر قبضہ جما لیا۔ اور محاصرہ شروع ہو گیا ۱۹۱۵ء کی بات ہے حالات بگڑتے دیکھ کر مسجد کی انتظامیہ نے جھگڑا ماریشس کی سپریم کورٹ کے سپرد کر دیا۔

ماریشس میں سب سے بڑا مقدمہ

مسجد روز ہل کے مقدمہ کو تاریخ ماریشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے۔ ہزاروں شہادتیں اور پہلی مرتبہ

قادیانیوں نے قبضہ کر لیا ہے جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے۔ قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی ایسی صورت میں ان کو مسجد سے نکالا جائے۔

چنانچہ ۲۴ فروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا۔ قادیانیوں کے خلاف اکثر شہادتیں پیش کی گئیں۔ اور ان شہادتوں میں مولانا عبداللہ رشید نواب کی شہادت خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ آپ نے عدالت عالیہ میں نہایت جرأت و بیباکی سے قادیانیوں کو بے نقاب کیا اور سینکڑوں کتب، اخبارات رسائل وغیرہ پیش کر کے عدالت کو باور کرانے کی کامیاب کوشش کی کہ قادیانی اور مسلمان الگ الگ امتیں ہیں۔ مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی ہوئی کتب اور مولانا رشید نے پیش کئے۔ قادیانیوں کی طرف سے مولوی

کے پیچھے نماز ادا کریں۔ اس مسجد میں صرف سنی مسلمان نماز ادا کر سکیں گے۔ اپنے اعتقادات کی روشنی میں۔"

اس عدالت کے ایک دوسرے جج جناب ٹی۔ اسی۔ رولی نے بھی اس فیصلہ سے اتفاق کیا۔

اس فیصلے سے قادیانیوں کو بدترین شکست ہوئی جس کی جھوٹی اور سیاسی نبوت کی قلعی کھل گئی۔ یہ لوگ بے نقاب ہوئے اور اس طرح ان کی تبلیغی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ روز ہل کی مسجد پر دوبارہ مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ اور آج تک وہاں سے "ختم نبوت" کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

آج سے ۶۰ سال پہلے ماریشس کے جن مسلمانوں نے قادیانیت کے خلاف محاذ قائم کیا تھا وہ اب ہم میں نہیں ہیں۔ لیکن ان کا کارنامہ جہاں رہتی دنیا تک قائم رہے گا وہاں وہ اللہ کے ہاں سرخرو بھی ہو گئے ہیں۔

قادیانی امت کے افراد تاج برطانیہ کی سلامتی کے لئے دعائیں کرتے انگریزوں کے لئے جاسوسی کرتے جب ترکیہ کے بہادر مسلمان خلافت اسلامیہ کے لئے پروانہ وار جانیں نثار کر رہے تھے

یہ فیصلہ دیا کہ "مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ۔"

یہ مقدمہ لڑنے کے لئے مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں نے دوسرے ممالک سے مشہور وکلاء منگوائے۔ قادیانیوں سے مسجد واپس لینے کے سلسلہ میں روز ہل کے جن مسلمانوں نے کام کیا ان میں محمود اسحاق جی۔ اسماعیل حسن جی۔ ابراہیم حسن جی قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ وہاں کے تجارتی حلقوں میں بڑا مقام رکھتے تھے انہوں نے جو مقدمہ دائر کیا اس کی بنیاد یہ تھی۔

دعویٰ

"روز ہل کی مسجد جہاں مسلمانوں کے سنی (حنفی) فرقے کے لوگ نماز پڑھتے تھے۔ یہ مسجد انہوں نے تعمیر کروائی تھی اور مسلسل نماز پڑھتے آ رہے تھے۔ اس پر

غلام محمد اسد نے وکالت کی مدت جب ختم ہو گئی تو مولوی غلام محمد اس مقصد کے لئے خاص طور سے قادیان سے آیا تھا۔ مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولز کے سی۔ ای۔ سوچیز کے سی۔ اے۔ اسٹرٹ اور اے۔ بنانک شامل تھے جب کہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر [illegible] چلاتا تھا۔

عدالت عالیہ کی کارروائی کے دوران پہلی بار یہ علم ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے بھیس میں اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سر [illegible] نے فیصلہ پڑھ کر سنایا۔

فیصلہ

"عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ روز ہل مسجد میں اپنی پسند کے امام

مولانا اکبر علی

تضیعِ اوقات سے مقاصد کی شکست ہو جاتی ہے

حتیٰ کہ دو دو سو برس بھی ہو تو پھر بھی وہ ان گنت بھی، انسان اگر اپنی پوری زندگی بھی حق تعالیٰ کے شکر کی نعمتوں کے شمار کرنے میں صرف کر دے تب بھی وہ گن نہیں سکتیں۔ مگر پھر بھی اپنی افادیت کے لحاظ سے آپس میں فرق رکھتی ہیں ان میں سے ایک وقت بھی ہے انسان کی دینی اور دنیوی کوششیں اور ترقیات میں وقت کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ اللہ کا وہ بیش بہا عطیہ ہے جس کے ذریعہ دین و دنیا دونوں ہی تعمیر اور حاصل ہوتے ہیں زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی ہے کہ اس کی قیمت یا بدل انسانی تصور میں آ ہی نہیں سکتا۔

مگر عجیب اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کی جو نعمت جس قدر زیادہ اہم اور انسانی زندگی میں دخیل ہے عموماً انسان فطری طور پر ایسی ہی نعمتوں کی صحیح قدر و قیمت سے یا تو واقف ہی نہیں ہوتا یا پھر دیدہ و دانستہ اس سے لاپروائی اختیار کرتا ہے اور اس نعمت کو بڑی بے دردی کے ساتھ ضائع کرتا ہے۔ وقت کے ساتھ بھی انسان کی روش کچھ ایسی ہی ہے کہ شب و روز کے بے شمار قیمتی لمحات کو فضول اور بیکار گزار دیتا ہے غافل انسان نہیں سمجھتا کہ میں اپنے ہاتھوں اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کی کیسی ناقدری کر رہا ہوں اور نہ یہ خیال آتا ہے کہ اس عدیم المثال نعمت کے زوال کا کیسا عبرتناک انجام ہونے والا ہے۔

قدرت نے یہ نعمت انسان کو صرف اس لئے بخشی ہے کہ ان قلیل لمحات میں اس کو اپنی ابدی زندگی کی راہ ہموار کرنی ہے اور اس مختصر عرصے میں وہ محنت اور جانفشانی کرنی ہے کہ جس کے عوض بقائے دوام کا استحقاق حاصل ہو سکے ظاہر ہے کہ یہ مقصد وقت کو بے کار اور فضول ضائع کرنے کی صورت میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا چھوٹے سے چھوٹا مقصد بھی اپنی تکمیل کے لئے قربانی اور جد و جہد کا طالب ہوتا ہے۔ پھر انسانی زندگی کا بلند مقصد کیسے ممکن ہے کہ بڑی سے بڑی قربانی اور جانفشانی کا طالب نہ ہوگا۔ اس نکتے کو سمجھ لینے کے بعد ہی وقت کی صحیح قدر و قیمت جانی پہچانی جا سکتی ہے اور اس کی اضاعت کو انسان اپنا نقصان عظیم اور ابدی موت سمجھ سکتا ہے جو لوگ وقت کی صحیح قدر دانی نہیں کرتے اور بے دردی کے ساتھ اس کو لایعنی اور فضول برباد کرتے رہتے ہیں ان کی وہ حسرت اور ندامت انتہائی عبرت ہوتی ہے جو اس دولت کے چھن جانے کے بعد ان پر طاری ہوتی ہے مگر بے وقت کی ندامت بے نتیجہ اور لاحاصل ہوتی ہے اور شرمندگی ان کے لئے بے وقت کی راگنی بن جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کامل مسلمانوں کو حرز جاں بنانے کی ضرورت ہے فرماتے ہیں "اسلام کی تکمیل اور خوبصورتی کے لئے ضروری ہے کہ انسان بے مصرف اور فضول کاموں میں وقت کی قیمتی دولت کو ضائع نہ کرے" دوسرے الفاظ میں زندگی کے جو لمحات فضول اور بیکار ضائع کئے جاتے ہیں وہ درحقیقت انسانی زندگی میں شمار کئے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ غور کیجئے اس صورت میں انسان کی زندگی اور بھی زیادہ قلیل اور برائے نام رہ جاتی ہے اس لئے ہم میں سے ہر شخص کو اپنا پورا پورا محاسبہ کرتے ہوئے زندگی کے اوقات کو اس معیار پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔

خطرناک مرحلہ

ظاہر ہے کہ ضروری کاموں کے دائرے میں پہلا نمبر ان کاموں کا ہے جن پر انسانی سعادت اور ابدی زندگی موقوف ہے۔ اس کے بعد وہ اہم اور ضروری کام ہیں جن پر ہماری دنیوی زندگی کا مدار ہے لیکن اگر کسی تیسرے لایعنی مشغلے میں ہم اپنا عزیز وقت گزار رہے ہیں تو بس یہ مرحلہ ہی انسانی زندگی کا خطرناک مرحلہ ہے جس پر انسان جس قدر بھی آنسو بہائے کم ہے وقت کی قدر و قیمت جاننے اور سمجھنے کے لئے قدرت نے انسان کو جو شعور بخشا ہے اگر انسان اس شعور کی رہنمائی میں کام کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی زندگی کا کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی بیکار گزر سکے۔

قرآن حکیم نے جگہ جگہ ایسے لوگوں کی عبرتناک موت کا نقشہ پیش کیا ہے جنہوں نے وقت عزیز کی قدر و قیمت نہیں پہچانی اور زندگی کی جو مہلت ان کو خدائے قدوس کی طرف سے اس لئے دی گئی تھی کہ وہ اللہ کی عظمت و بزرگی کو سمجھ کر اس کی بندگی کا اعتراف و اقرار کریں اس کو کھیل کود لہو و لعب میں ضائع کر دیا۔ قرآن میں آیا ہے کہ مرنے کے وقت جب انسان کی آنکھوں سے غفلت کے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں اور ہر چیز اپنے اصلی رنگ میں سامنے آ جاتی ہے یہ آرزو اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم کو مزید رہنے کی مہلت دے دی جائے نہ صرف آرزو بلکہ اللہ سے اس امر کی درخواست کریں گے کہ ہم کو کچھ روز کی مہلت دے دی جائے" مگر اللہ کا اٹل قانون کہ وقت مقررہ آ جانے پر کسی مہلت کی کوئی گنجائش نہ ہوگی ان کی ان تمناؤں اور آرزوؤں کی وجہ سے توڑا نہیں جائے گا۔ سعدی شیرازیؒ نے اس سلسلے میں کیا خوب کہا ہے ؎

بے فائدہ ہر کہ عمر در باخت ٭ چیزے نخرید و زر بینداخت

بعض بڑی زندگی کے عروج اور قیمتی لمحات کو بیکار ضائع کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص اپنا پورا سرمایہ اور اندوختہ یوں ہی پھینک کر ضائع کر دے حالانکہ اس کے ذریعہ سے وہ ضروری سامان و اسباب خرید سکتا تھا ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی حسرت و ندامت ناقابل بیان ہوگی دیکھا یہ جاتا ہے کہ عموماً نوجوانی کا دور جو زندگی کے تمام لمحات میں سب سے زیادہ قیمتی اور سنہرا دور ہے اسی کو انسان بڑی بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ ضائع اور برباد کرتا ہے۔ بچپن اور لڑکپن کا دور یقیناً ایسا ہے کہ اگر اس میں انسان سے کچھ جد و جہد میں کوتاہیاں ہوتی ہیں تو وہ قابل معافی ہے اس لئے کہ طفولیت کا عہد کم شعوری بلکہ بے شعوری ہی کی نذر ہو جاتا ہے جس میں انسان اللہ کی طرف سے بھی مکلف نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح ظاہر ہے کہ عہد پیری کی مجبوریاں بھی انسان کے اختیار سے خارج ہیں اس دور میں قویٰ کا انحطاط اور کمزوری اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ انسان کے تمام عزائم دھرے کے دھرے اور کوششیں منقطع ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مگر جوانی اور شباب کا کامیاب اور سنہرا دور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی ایک ایک گھڑی اور ایک ایک لمحہ بڑی احتیاط اور دیکھ بھال کے ساتھ صرف کیا جائے۔

فلاحی مقاصد کی تکمیل

وہ لوگ کس قدر خوش نصیب ہیں جو اس دور میں دینی دنیوی ترقیات اور اپنی فلاح و بہبود کے ان پروگراموں کو جو اسلام نے ان کے سامنے پیش کئے ہیں صحیح طور پر بروئے کار لاتے اور تکمیل تک پہنچا کر ابدی سعادت کے دروازے اپنے لئے کھول دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک زندگی کی کامرانیوں سے ہمکنار ہونے اور تضیع اوقات سے محفوظ رہنے کا کامیاب نسخہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی زندگی کے اہم فرائض جن میں دینی تقاضوں اور دنیوی ضرورتوں کی طویل فہرست ہے۔ پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے لئے ایک نظام الاوقات اور زندگی کے پروگراموں کا ایک واضح نقشہ بنائے اور یہ عہد کرے کہ اس مقررہ نقشے کے دائرے سے کسی قیمت پر بھی تجاوز نہیں کروں گا۔ اور دن کے چوبیس گھنٹوں کو جن اہم اور ضروری دینی اور دنیوی کاموں کی انجام دہی کے لئے سوچ سمجھ کر تقسیم کیا ہے اس کی پوری پابندی کروں گا روزمرہ کے مشاغل پر کڑی نظر اور کنٹرول رکھے کہ مقررہ کام ٹھیک ٹھاک نقشے کے مطابق انجام پا رہے ہیں یا نہیں ہر روز یہ دیکھنا ہوگا کہ آج میں نے اپنے مقاصد کی تکمیل میں کیا کیا کوتاہیاں اور کہاں کہاں لغزشیں کی ہیں اور کتنے لمحات بے کار اور فضول ضائع کئے ہیں اگر آج کی کارگزاری میں کچھ تضیع اوقات کی نشاندہی پائی جائے تو اس پر انتہائی افسوس اور ندامت ہونی چاہیے اور آئندہ اس کی تلافی کا عہد کیا جائے۔

انضباطِ اوقات

ہمارے خیال میں اگر سب لوگ انضباطِ اوقات کے

افکار معاصرین

غیر ملکی ثقافت کے اثرات

کفار کی جنگ سے زیادہ تباہ کن

بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے منتظمین نے کانفرنس ختم ہونے کے بعد لاہور میں مختلف تقریبات میں تقریریں کرتے ہوئے اتحاد عالم اسلامی اور دینی قدروں کے احیاء و فروغ کی ضرورت و اہمیت واضح کی ہے۔ مفتی اعظم فلسطین بھی ان منتظمین میں شامل ہیں۔ موصوف نے جامعہ اشرفیہ کی ایک تقریب میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے مسلمان قوم کے اندر ثقافتی اور تہذیبی جراثیم کا نفوذ سیاسی اثر و نفوذ سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ سیاسی غلبے سے نجات حاصل کر لی جائے۔ لیکن کوئی قوم جب غیر ملکی ثقافت کی غلامی و محکومی اختیار کر لیتی ہے تو پھر اس کے لئے اپنے قدموں پر کھڑے رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہمارے دشمنوں کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ اسی کروڑ مسلمانوں کو جن میں ہر سال ڈیڑھ کروڑ نفوس کا اضافہ ہوتا رہتا ہے صفحۂ ہستی سے مٹانا ممکن نہیں ہے چنانچہ جو مقصد وہ جنگ سے حاصل نہیں کر سکتے اسے وہ تہذیب و ثقافت کے اسلحہ سے حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔"

مفتی اعظم کی تقریر کے اس اقتباس کا ایک ایک لفظ موصوف کی حقیقت آگہی، حقیقت شناسی اور حقیقت بیانی پر دلالت کرتا ہے اس وقت عالم اسلام کو جس عظیم ترین خطرہ کا سامنا ہے، وہ اسلام دشمنوں کی فوجی طاقت سے زیادہ غیر اسلامی افکار و نظریات اور غیر ملکی تہذیب و ثقافت کے اثر و نفوذ کا خطرہ ہے اس مرحلہ پر ہمیں شاہ فیصل کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جو انہوں نے پاکستانی صحافیوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران ۱۹۷۴ء میں جدہ میں کہے تھے۔ آپ نے مغربی ثقافت کے بڑھتے ہوئے اثرات کے تدارک کی ضرورت و اہمیت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ثقافت مغربی ہو یا مشرقی ہمیں دونوں کے اثرات سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کوشش میں سعودی عرب دوسرے مسلمان ملکوں سے پورا پورا تعاون کرے گا، تاکہ اسلامی تہذیب و ثقافت پر کسی بھی غیر ملکی ثقافت کو غالب آنے کا موقع نہ ملے۔ یہ ثقافت کیسی ہی رنگین کیوں نہ ہو۔ لیکن اس امر واقعہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلمان ملکوں میں غیر ملکی ثقافت کے اثرات بڑی تیز رفتاری کے ساتھ پھیلتے جا رہے ہیں۔ اور ان اثرات کی روک تھام کے لئے مؤثر کوششوں کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے عرب ہو یا عجم غیر ملکی ثقافت ہر جگہ اثر انداز ہو رہی ہے۔ اور اس کے اثرات عالم اسلام کے ہر حصے میں پہنچ چکے ہیں اس عظیم خطرہ کے خلاف مفتی اعظم نے جس صفائی گوئی کے ساتھ اسلام کے فرزندوں کو متنبہ کیا ہے اس کا اولین تقاضا ہے کہ مسلمان دین کے پیروکار اس خطرہ کی شدت کا کما حقہ احساس کریں، اس کے تدارک کے لئے ضروری اقدامات پر غور و فکر کریں۔ اور جہاں جہاں جس شکل میں ممکن ہے مثبت طور پر دینی اقدار کے احیاء کی جدوجہد مساعی عمل میں لائیں۔ غیر ملکی ثقافت کے زہر کا تریاق فراہم کرنے میں غفلت کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ ہم غیر ملکی غلامی کو قبول کرنے پر آمادہ ہو چکے ہیں، جو ہمارے لئے سیاسی موت کا پروانہ اور دینی ارتداد کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

شاہ فیصل کے جو الفاظ اوپر درج کئے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہمیں یہ حقیقت بھی حاصل کرنا چاہئے کہ ثقافت مغربی ہو یا مشرقی ہمیں دونوں کے اثرات سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہماری دلچسپی صرف اسلامی ثقافت تک محدود رہنی چاہئے۔ ہمارے ملک کے بعض روشن خیال طبقے مشرقی ثقافت میں جو غیر معمولی دلچسپی لے رہے ہیں ان کا طرز فکر و عمل حد درجہ افسوسناک ہے۔ اس طرز فکر و عمل کی اصلاح بھی بے حد ضروری ہے۔ اس لئے کہ دینی قدروں سے جو ثقافت بھی مطابقت نہیں رکھتی وہ ہماری قومی روایات اور دینی تعلیمات کے لئے مہلک ہے اور ہمیں ہر ایسی ثقافت کی آلودگیوں سے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو محفوظ رکھنا ہے۔

وفاق - لاہور

مادہ پرستانہ زندگی - ذہن ٹوٹنے لگے

چند روز سے پریشان کن اعداد و شمار سامنے آ رہے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ بکھر رہا ہے، ذہن ٹوٹ رہے ہیں، اور نفسیاتی مریضوں کی تعداد تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ مغربی پاکستان میں پچھلے تین سال کے اندر ذہنی امراض کا اوسط ۴۰ فیصد بڑھ گیا ہے، چنانچہ ہر دو سو آدمیوں میں سے ایک اس کی زد میں ہے یعنی شخصیت کے ٹوٹ جانے یا دوہری شخصیت پیدا ہو جانے کے مرض میں مبتلا ہے۔ اسی طرح ہر تین سو میں سے ایک مرض شکستگی اور مردہ ذہنی کا شکار ہے۔ ذہنی اعصاب کی ٹوٹ پھوٹ سو ہر مرض اتنا پھیل گیا ہے کہ امراض ذہنی کے شفاخانوں میں جو مریض آتے ہیں ان میں اکثریت اسی قسم کے مریضوں کی ہوتی ہے بلکہ ایک رائے تو یہ ہے کہ سارے امراض ذہنی ہی اعصاب کی ٹوٹ پھوٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ایک ہزار نومولود بچوں میں ۳۰ ایسے ہوتے ہیں جن کا ذہن پوری طرح نشوونما نہیں پا سکتا ہے۔ اچانک ذہنی امراض میں اضافہ کا سبب کیا ہوا؟ ماہرین کا اس باب میں جو تجزیہ ہے اس کی رو سے اس صورت حال کا ایک سبب تو یہ ہے کہ پہلے بہت سے لوگوں کی تشخیص نہ ہو پاتی تھی۔ اس لئے مریضوں کی فہرست میں ان کا شمار نہ ہو سکتا تھا جو اب ہونے لگا ہے۔ اور دوسرا سبب زندگی کی کشمکش کا بڑھ جانا ہے۔ مصارف زندگی میں اضافہ کی وجہ سے زندگی کی دوڑ کافی تیز ہو گئی ہے جو کہ ذہنی دباؤ کا باعث ہوتی ہے اور یوں نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ ماہرین کا یہ تجزیہ بڑی حد تک صحیح ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ان تیس بچوں کے علاوہ جو ہر ایک ہزار نومولود بچوں میں ناقص دماغ لے کر پیدا ہوتے ہیں گویا تین فیصد بچے پیدائشی طور پر نفسیاتی بیمار ہوتے ہیں، باقی جتنے بچے اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہیں انہیں اوسط درجہ کا شہری ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آنی چاہئے۔ لیکن اعداد و شمار کی رو سے نفسیاتی مریضوں کی تعداد ۴۰ سو فیصد بڑھ گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مرض تو پیدائشی نہیں ہے، اصل سبب کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ سبب فی الواقع صرف سماجی ہے۔ سماجی کا مطلب یہ کہ زندگی کی ناہموار اور دوڑنے افراد کی قوتوں کو یکجا چو

ر کر کے رکھ دیا ہے جس کے نتیجے میں اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں، ذہن الجھنوں میں پھنس جاتا ہے اور نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ مختصر یہ سب کچھ زر پرستی کے کرشمے ہیں۔ یا اس بات کو یوں کہیے کہ نفسیاتی بیماریوں کا حقیقی سبب سرمایہ داری نظام ہے جس نے دولت کو خدا بنا کر پوجنا سکھایا ہے۔ اور جو افراد کو سکے کی ترازو میں تولتی ہے سرمایہ داری نظام نے زندگی کا معیار کوٹھی، کار، کاروبار کو بنا رکھا ہے۔ لہٰذا متوسط طبقہ کے افراد بھی بنگلوں کی تعمیر لمبی کاروں کی خرید، ٹیلی ویژن، ریڈیو، خوبصورت صوفوں، بیش قیمت قالینوں اور ملازمت یا دولت بنانے کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس دوڑ میں ناکام رہ جاتے ہیں اس صورت میں اپنے ذہن کو بھی زنگ آلود سمجھتے ہیں اور غصہ کی قربانی بھی چڑھا دیتے ہیں یہی لوگ ذہنی امراض کا شکار ہوتے ہیں، خودکشی کرتے ہیں، کثرت سے شراب نوشی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یا پھر امراض ذہنی کے شفاخانوں کو بھرتی کرتے جاتے ہیں۔ پاکستان کے لئے یہ تجربہ کوئی نیا تجربہ تو نہیں ہے۔ ساری سرمایہ دار دنیا بھی اسی قسم کے امراض کا شکار ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ جو ملک سرمایہ داری میں جتنا آگے ہے وہ ان امراض میں اتنا ہی پیش پیش ہے۔ چنانچہ امریکہ میں ذہنی امراض دوسرے ملکوں کے مقابل بہت زیادہ ہیں جن کا سبب ٹھیک وہی ہے جو پاکستان میں ذہنی امراض پھیلنے کا سبب ہے ان امراض کے علاج کے لئے مغربی پاکستان میں شفاخانوں کو ناکافی قرار دیا گیا ہے۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ ذہنی امراض کے شفاخانوں میں اضافہ ضروری ہے لیکن یہ سمجھ لینے میں بڑی نادانی ہوگی کہ ان شفاخانوں کے اضافے سے یہ قوم اس عذاب سے نجات پا جائے گی جو نازل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اور آئندہ زیادہ شدت اور وسعت اختیار کر جانے والا ہے۔ مرض سماجی ہے اور سماجی کشمکش ہی سے پیدا ہوا ہے اس لئے جب تک اس سماجی کشمکش کو ختم نہ کیا جائے گا طبقاتی نظام کی جڑیں اکھاڑ کر سرمایہ داری نظام سے نجات حاصل نہ کی جائے گی نفسیاتی امراض کی کثرت اور شدت سے یہ قوم کبھی نجات نہ پا سکے گی۔ پاکستان کے شہر اور کسی حد تک دیہات بھی زر پرستی اور سماجی درجہ بندی کی دوڑ میں دیوانوں کی طرح آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور اس تمام دیوانگی کا نقطۂ عروج کراچی میں نظر آتا ہے جہاں زر پرستی پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ ایسے میں ذہنوں کا متوازن اور اعصاب کا پرسکون رہنا ناممکن ہے اور جب زندگی مسلسل دباؤ کا شکار رہتی ہو تو پھر ذہنی امراض پیدا نہ ہوں تو تعجب کرنا چاہئے۔ (ربانی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

رشد و ہدایت کا عظیم مینار

محمد اکبر فاتح قائم آبادی

... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [illegible] ایسے وقت میں ہوئی جب مسلمانان ہند کے [illegible] اور [illegible] مرکزی حکومت [illegible] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ [illegible] ہندوستان میں اسلامی [illegible] اسلامیہ [illegible] آپ کے پیش کردہ [illegible] سیاسی آزادی، معاشی خوشحالی اور

علماء کے نام

[illegible] کتابوں کو جو اپنے آپ کو [illegible] علوم تصوف و حکمت صرف و نحو میں پھنس کر رہ گئے جو [illegible] علوم و [illegible] کتاب اللہ کا علم آیات میں [illegible] احادیث [illegible] کے دستور [illegible] اور تفریعات میں [illegible] کیا تمہیں معلوم نہیں کہ [illegible] وہی حقیقت ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلعم نے فرمایا ہے۔

[illegible] موجود ہیں، اور آپ کی تصانیف [illegible] اسلام کا [illegible] موجود ہے۔ اس سے ہر ملک اور ہر [illegible] اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے [illegible] تمام قوموں اور ملکوں کیلئے تا قیامت ایک بہترین ضابطہ حیات ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ ۴ شوال [illegible] میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا حضرت شاہ وجیہ الدین عالمگیر کے عہد میں کئی لڑائیوں میں شریک ہوئے [illegible] میں شرکت کی۔ آپ کے والد شاہ عبد الرحیم عہد عالمگیری کے بہت بڑے عالم تھے اور مختلف علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ طریقت کے بھی پورے رمز شناس تھے۔ آپ کی طبیعت میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا بہت غلبہ تھا۔ جب عالمگیر نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے لئے ایک جید علمی مجلس مرتب کی تو آپ کا نام گرامی بھی اس میں شامل تھا، لیکن آپ کی طبیعت شاہی ملازمت کے سلسلے کو پسند نہ کرتی تھی [illegible]

آپ کو یہ خدمت بار مجبوری [illegible] ... کہ جلد ہی غیب سے ایسا سامان ہو گیا کہ آپ ملازمت سے سبکدوش ہو کر آزادانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اسی خانوادہ سعادت کے چشم و چراغ تھے۔ سات برس کی عمر میں آپ نے قرآن حکیم حفظ کر لیا اور پندرہ برس کی عمر میں تمام دینی علوم سے فارغ التحصیل ہو گئے، اور روحانیت کی منزلیں اپنے والد بزرگوار کی زیر ہدایت طے کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۱۳۱ھ میں شاہ عبد الرحیمؒ نے انتقال فرمایا تو شاہ ولی اللہ سترہ برس کی عمر میں ان کی جگہ مسند درس و تدریس پر رونق افروز ہو گئے اور مسلسل بارہ برس تک دہلی کے مدرسہ رحیمیہ میں مشغول درس و تدریس رہے۔ اس مدت میں آپ نے علم شریعت و طریقت میں تکمیل کیلئے حرمین شریفین کی جانب رخ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپ نے حج کے ارادے سے حجاز مقدس کا سفر اختیار فرمایا۔ اس سفر میں آپ نے [illegible] تین سال گزارے۔ اس عرصے میں چودہ [illegible] آپ کا قیام حجاز میں رہا اور دوبار حج کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس زمانہ میں جو حبیب و قریب [illegible] روحانی فیض آپ نے ارض مقدس میں حاصل کیا، اس کی تفصیل شاہ صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف "فیوض الحرمین" میں موجود ہے۔

۱۱۴۵ھ میں آپ وطن مالوف واپس تشریف لائے اور [illegible] سے کر وفات تک جو ۱۱۷۶ھ میں واقع ہوئی یعنی اپنی عمر عزیز کا یہ تیس سال کا وقت آپ نے تصنیف و تالیف کے مشاغل میں بسر کیا۔ اس مدت میں آپ نے تقریباً پچاس

> ### خانقاہ نشینوں سے
>
> میدان خشک، طبع دا[illegible] عابدوں، زاہدوں، خانقاہ نشینوں سے کہتا ہوں کہ اے مدعیان زہد و اتقاء تم ہر وادی میں بھٹک گئے، تم نے لوگوں کو موضوعات اور باطل و خرافات کی طرف دعوت دی، تم نے خلق خدا پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا، حالانکہ تم وسعت کیلئے مبعوث کئے گئے ہو۔

کتابیں تحریر فرمائیں، بعض فارسی میں ہیں اور بعض عربی میں ہیں۔ ہر کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے کامل اور اکمل ہے۔

آفتاب ہدایت کی ضرورت

صدیوں کی گمراہی کا احساس ہی تھا جو [illegible] سلطنت بادشاہ کو جیسے [illegible] ضرورت

اہل ثروت سے

[illegible] اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور امیرو [illegible] خوشحالی میں غافل [illegible] عیش [illegible] مشغول [illegible] اور [illegible] کرتے ہو [illegible] کرنے لگے ہو [illegible] حقوق [illegible] اس کو حقیقت سمجھتے ہو [illegible] بناتے ہو [illegible]

عورتوں کے [illegible] لطف و [illegible] کی لطافت [illegible] تمہیں [illegible] اور [illegible] حقیقت میں [illegible] دنیا کا [illegible] اپنا مشغلہ [illegible]

[illegible] کوشش [illegible] اورنگزیب [illegible] کے جانشین [illegible] اور [illegible] کوششیں [illegible] جانشینوں [illegible] اور مغلیہ سلطنت [illegible] اور [illegible] رہ میں [illegible] آج اگر مستشرقین نے [illegible] اس دور کے [illegible] کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔

[illegible] صدی عیسوی میں [illegible] شیرازہ بکھر چکا تھا، مسلمانوں کی سلطنت بتدریج ختم ہو رہی تھی، مسلمان معاشرتی، اقتصادی اور [illegible] بحران سے دوچار تھے۔ [illegible] دور مسلمانوں کیلئے بڑا ہی تباہ کن [illegible] اس عالم [illegible] اللہ [illegible] تاکہ وہ عالمگیر اور آفاقی پیغام جو کئی صدیاں [illegible] محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کہیں ختم نہ ہو جائے [illegible] کی جماعت تیار کی [illegible] یہ تحریک [illegible] کی شہادت کے باعث [illegible] کرتے ہیں [illegible] صراط مستقیم [illegible]

علوم اسلامیہ کی تدوین نو

حضرت شاہ ولی اللہؒ [illegible] علوم اسلامیہ [illegible] [illegible]

نئی شستگی، حکیمانہ انداز بیان، فلسفیانہ طرز استدلال اور موثر اسلوب تحریر کی حیثیت سے بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ حقیقت میں آپ علوم اسلامیہ کو ایسے سائنسی انداز میں مرتب کرنا چاہتے تھے کہ اسلامی احکام کی حکمت و فلسفہ بخوبی ظاہر ہو جائے اور آنے والے دور میں اس بنیاد پر ایک زبردست سیاسی انقلاب پیدا ہو سکے۔ اس نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو آپ کی تحریریں عہد حاضر کے بڑے سے بڑے انقلابی کی تحریر سے بھی زیادہ انقلاب انگیز ہیں۔

سپاہی سے

اے ملک کی سرحدوں کے محافظ فوجی افسرو! تمہیں خدائے ذوالجلال نے جہاد کیلئے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے پیدا کیا تھا۔ اس کو چھوڑ کر تم نے گھوڑے کی سواری اور ہتھیار بندی کو اپنا شعار بنا لیا۔ اب جہاد کی نیت اور اخلاص سے تمہارے دل خالی ہیں تم محض نام و نمود کیلئے سپاہی گیری کا پیشہ اختیار کرتے ہو۔

تصانیف

شاہ صاحب کی تصانیف و تالیفات کو ہم نے چھ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) پہلے طبقے میں قرآن کریم کے متعلق آپ کی تحقیق ہے۔ جس کا نام انہوں نے "فتح الرحمٰن" رکھا ہے۔ شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ اگر قرآن حکیم کے معنی کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کیا۔ یہ فارسی ترجمہ مختصر اور پُر معنی ہے اور فارسی کو سیکڑوں تفسیروں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس پہلے طبقے کی کتابوں میں "مقدمہ فی ترجمۃ القرآن"، "الفوز الکبیر" اور "الفتح الخبیر" شامل ہیں جن میں قرآن حکیم اور تفسیر کے اصول واضح کئے گئے ہیں۔

(۲) دوسرے طبقے کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ آپ نے اس فن میں امام مالکؒ کی شہرۂ آفاق کتاب "موطا" کی عربی شرح "المسویٰ" اور فارسی شرح "المصفیٰ" پر بڑی محنت اور تحقیق و تدقیق سے کام کیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں میں موطا امام مالکؒ سب سے اہم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ علم حدیث میں "النوادر من احادیث" اور "الدر الثمین" اور شرح تراجم ابواب بخاری بھی کافی مشہور ہیں۔

(۳) تیسرے طبقے کا تعلق علم فقہ اور اس کے متعلقات سے ہے۔ اس میں "انصاف" اور "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" شامل ہیں۔ اس علم میں آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے فقہ کے اختلافات کی وجوہ و اسباب بیان کرنے کے بعد یہ واضح فرمایا کہ فقہ میں جزوی اختلافات ضرور ہیں لیکن بنیادی طور پر سب کا اختلاف نہیں ہے۔

(۴) چوتھے طبقے کا تعلق تصوف و روحانیت سے ہے۔ اس میں "ہمعات"، "فیوض الحرمین"، "القول الجمیل"، "تفہیمات الٰہیہ"، "الطاف القدس"، "انفاس العارفین"، "الخیر الکثیر" اور "لمعات" آپ کی گراں قدر تصنیفات ہیں۔

(۵) طبقۂ پنجم اور ششم کا تعلق فلسفہ و حکمت سے ہے۔ ان علوم کی تشریح "حجۃ اللہ البالغہ" اور "البدور البازغہ" میں مل سکتی ہے۔ یہ علوم اسرار دین سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کئے گئے ہیں۔

اسلوب نگارش

آپ کی تمام تصانیف میں سے حجۃ اللہ البالغہ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس موضوع پر آپ انفرادی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس پایہ کی کتاب تا ہنوز معرض وجود میں نہیں آئی۔ انسانی زندگی کے عمرانی، اقتصادی اور سیاسی امور پر جس انداز میں آپ نے اس کتاب میں خامہ فرسائی کی ہے وہ انتہائی حیرت انگیز ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا بیسویں صدی میں لکھ رہا ہے۔ اسلام کے سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں پر آپ نے بہت ہی اہم اور قابل قدر روشنی ڈالی ہے وہ معاشرہ کو ایسے سیاسی اور اقتصادی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں جس کے اندر ریاست ٹھوس بنیادوں پر قائم ہو اور افراد قوم اپنی معاشی تنگ دستی سے بڑی حد تک آزاد ہوں۔ امراء طبقۂ غریب طبقہ کو پیس نہ سکے۔ حکمران اسلامی اصولوں پر حکومت کا نظام چلائیں اور عوام اپنے آپ کو ریاست کے آزاد شہری سمجھیں۔ مختصر یہ کہ آپ کے پیش کردہ نظام اسلامی میں سیاسی آزادی، معاشی خوشحالی اور عمرانی فلاح کے عناصر جمع ہو گئے ہیں۔

اگر سلف صالحین کے تذکرے اور تعلیمات پر مشتمل کتابیں پڑھنے کیلئے نہیں ہیں تو ہمیں آج اس دور کے افکار پر غور کرنا چاہئے کہ آج سے دو سو برس پیشتر جو کچھ اس عظیم عالم دین نے مسلمانوں کے مختلف طبقات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آج حالات اس سے کس قدر مختلف ہیں اور اگر مختلف نہیں تو ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہئے۔

اور جب ان ملکوں اور قوموں کو ظلم و استبداد

دیانت و امانت

اے سادہ لوح عوام تم میں سے دیانت و امانت رخصت ہو گئی اور اپنے پروردگار کی عبادت سے تم غافل ہو گئے تم میں سے کوئی خوشحال ہو جاتا ہے تو وہ اپنے لباس اور کھانے پر اتنا خرچ کرتا ہے کہ اس کی آمدنی اس کیلئے کافی نہیں ہوتی اور اسے اہل و عیال کی حق تلفی کرنا پڑتی ہے یا پھر وہ شراب نوشی اور کرائے کی عورتوں یعنی فحاشی اور فساد و دولت کو ضائع کر دیتا ہے۔

اور محکومیت سے آزاد کیا تو اختیار و اقتدار ان کے ہاتھ میں دے کر واپس چلے گئے جس کی زندہ مثالیں یہ ملک ہیں جیسے انڈونیشیا اور برصغیر ہیں۔ جہاں مسلمانوں نے فتوحات بھی کیں، مقامی باشندوں کو اقتدار سونپا اور خود وہاں تک حکومت بھی کی۔ لیکن کبھی بھی غیر مسلموں، عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے مذاہب میں مداخلت نہیں کی۔ اور نہ ہی انکو اس جرم میں تہ تیغ کیا کہ وہ مسلمان نہیں۔ اگر مسلمان ایسا

حاکموں سے

اے حکومت کے کار پردازو تم رنگ صحبت سے بے تدبیر ہو گئے ہو تم کفایت شعاری سے کیوں کام نہیں لیتے۔ اور تم نے بسر اوقات کا انحصار حکومت کی تنخواہوں اور عہدوں پر رکھا ہوا ہے۔ اور جب تنخواہیں نہیں ملتیں کیونکہ حکومت کے خزانے خالی ہی ہوتے ہیں تو دوسرے ٹیکس لگا کر رعایا کو تنگ کرنے لگتی ہے۔

کرتے تو ان ملکوں میں غیر مسلموں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی وہ اکثریت نہ ہوتی جو آج فلسطین، قبرص، کشمیر اور بھارت میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔

مسلمانوں کا یہ طرز عمل کسی کمزوری یا بزدلی کا نتیجہ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں بڑی بڑی جابر طاقتوں کو نیچا دکھایا۔ انہوں نے سیل رواں کی طرح دنیا میں پھیل کر انسانیت اور بلند کرداری کی اشاعت کی اور ان کو حقیقی انسان حقیقی معنوں میں "اشرف المخلوقات" کہلائے۔ اور معاشرہ میں وہ رنگ صاف چمکتا نظر آنے لگا جس کی وجہ سے ان کو یہ امتیازی خطاب دیا گیا ہے۔ تاریخ کے طالب علم اس حقیقت کا بارہا اعتراف کر چکے ہیں کہ ظہور اسلام سے پہلے سے پہلے اخلاقی قدریں اور انسانی اقدار بری طرح مجروح ہو چکے تھے۔ اقتدار، ہوس ملک گیری اور نسلی امتیازات نے حاکموں کو اندھا کر رکھا تھا۔ وہ محض "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا اصول جانتے تھے۔ اور اسی پر کاربند ہو کر انسانیت کو وحشت اور بربریت میں تبدیل کر رہا تھا مسلمانوں کو قدرت کی طرف سے قرآن مجید کی شکل میں ایک ایسا آئین مل گیا جس نے انسانیت اور وحشت کے درمیان خط امتیاز کھینچا جس نے انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے وہ اصول و قوانین متعین کئے جن سے حاصل کر کے انسانیت زندہ ہوئی۔ موجودہ دور میں آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق کے جو نعرے بلند کئے جاتے ہیں یہ انہی اصولوں کی چھاپ ہے جو قرآن کریم نے پیش کئے۔ اور مسلمانوں نے نہایت خلوص اور دیانت داری کے ساتھ ان پر عمل کر کے دکھایا۔ لہٰذا جب تک انہی اصولوں کو دنیا میں رائج نہ کیا جائے اور ان پر اسی خلوص اور دیانتداری کے ساتھ عمل کیا جائے جس کی نشاندہی اسلام نے کی ہے۔ دنیا میں امن و اطمینان کی فضا پیدا نہیں ہو سکتی اگر آج دنیا ان اصولوں کو اپنائے اور ان پر اسی خلوص اور دیانت سے عمل کرے جس کا تقاضا ان اصولوں کی روح کرتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم انسانیت موجودہ بے چینی، اضطراب اور بے اطمینانی سے نجات حاصل کر کے انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جائے۔

♦ ♦ ♦ ♦

بقیہ

دردمندانہ اپیل

[illegible] ... اس کے ساتھ آپ کے گھروں کو ... [illegible] ... کسی عیاری کے ساتھ ہماری ... [illegible] ... کے ساتھ ہماری ... [illegible] ... اسلام اور کفر ... [illegible] ... ہماری ... [illegible] ... کو پہنچے گا جو ہمارے ... [illegible] ... وقت ہمارا ... [illegible] ... اگر اب بھی ہم ... [illegible] ... خوبصورت ... [illegible]

چمن پھولا، علم ... کا وقت نہیں ... [illegible] ... کوئی توجہ فرمائیں گے۔

مادہ پرستانہ زندگی

[illegible] ... ماہرین نفسیات ... شفاخانوں ... [illegible] ... پیدا کرنا چاہتے ... [illegible] ... یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہئے ... [illegible] ... سرمایہ داری کا جن ... [illegible] ... مرض کی ... [illegible] ... کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(جنگ۔ کراچی)

بقیہ

تضییع اوقات

پابند ہو جائیں تو پھر یقیناً وقت کی قیمتی دولت سے محرومی کا اندیشہ نہیں رہ سکتا۔ زندگی کے اوقات کا مرحلہ ہے کہ جو وہ دو تعطیل میں وقت گزاری رہ نہیں ہے کہ اس کو کھینچ کر اپنے حسب منشا بڑھایا جا سکے یا وقت پر انسان کو ایسے اختیارات حاصل ہیں کہ اگر اس کی کوئی گھڑی عدم توجہی کی بنا پر اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو وہ اپنی طاقت سے واپس لا سکتا ہے اس کے باوجود قدرت کی طرف سے یہ عطیہ جس قدر بھی ہمیں کر دے دیا گیا ہے وہ اس کی دینی دنیوی فلاح و بہبود کا ضامن اور کافی ہے۔

کچھ لوگوں کا نظریہ ہے کہ انسانی زندگی کے لمحات بہت قلیل اور انسانی فلاح و ترقیات کے کام بے شمار ہیں جو اس قلیل اور مختصر عرصے میں تکمیل پذیر نہیں ہو سکتے کم از کم ہمیں ان کے نظریے سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ وقت کی قلت کی شکایت کرنے والے خود اپنے ہاتھوں زندگی کے اوقات کا بیشتر حصہ روزانہ اس طرح ضائع اور برباد کرتے رہتے ہیں کہ خود ان کو یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ہمارا کتنا وقت برباد اور ضائع ہو رہا ہے۔

وقت کی قدر و قیمت

وقت کی قدر و قیمت جاننے والوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ مصروف اوقات میں اپنی ڈاک کا بہت بڑا حصہ یا ایسے ہی دوسرے کام انجام دیتے چلے جاتے ہیں۔ اس اصول پر ٹھیک طرح عمل کیا جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ وقت کی قلت کی شکایت بڑی حد تک رفع ہو سکتی ہے دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جو لوگ دنیا میں بام عروج تک پہنچے ہیں اور ترقی کے میدان میں جن افراد نے سبقت حاصل کر کے تاریخ کے اوراق میں اپنے لئے جگہ پیدا کی ہے ان کی یہ ترقی خواہ دینی تھی یا دنیوی مگر بہرحال ان کی ترقی میں وقت عزیز کی نگہداشت اور تحفظ کا بڑا دخل ہے اس کے برعکس جن لوگوں کا طریقہ وقت ضائع کرنے کا رہا ہے یعنی جنہوں نے وقت کی قدر و قیمت سے چشم پوشی کی وہ گمنامی میں اور ذلت میں رہے آج تاریخ کے صفحات میں ان کا کہیں نام و نشان ہی نہیں ملتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس یعنی بہترین انسان وہ ہے جس کی ذات سے دوسروں کو فائدے اور راحتیں حاصل ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ کا انسان وہ ہے جس کی ذات سے دوسروں کو تو بے شک کوئی فائدہ یا نفع نہیں پہنچتا مگر اس کی زندگی اپنی ذاتی راحتوں اور فوائد کی تحصیل تک محدود رہتی ہے اور یہ دونوں باتیں اسی وقت ممکن ہو سکتی ہیں جب انسان اپنی زندگی کے لمحات کو اضاعت و بربادی سے بچا کر اپنے یا مخلوق کے لئے مفید کاموں یا بھلائی میں صرف کرے۔

قادیانیوں سے پہلا خطاب

قادیانیت ـــ امت مسلمہ کے جسم ملت اسلامیہ کو ایک ایسے انتشار میں مبتلا کرنے کی تحریک ... [illegible] ... ہونے کے بعد ملت اسلامیہ دوبارہ متحد نہ ہو سکے گی (اقبال)

قادیانی حضرات مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کا امتی بنانے کے لئے

ایک کروڑ روپے سالانہ

سے زیادہ رقم صرف کرتے ہیں۔ مرزائی پاکستان میں ان کے باتنخواہ مبلغ اور تقریباً پانچ سو رضاکار ... [illegible] ... سے مسلمانوں ... [illegible] ... حالات میں ہم پر ایک ... دو فرض عائد ہوتے ہیں

۱- جو لوگ قادیانیت قبول کر چکے ہیں ان کو پھر سے رجوع الی الاسلام کی دعوت دینا اور ان پر قادیانیت کی حقیقت واضح کرنا۔

۲- عام مسلمانوں کو قادیانیت سے بچانا۔ اس دوہرے فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مرکزی بزم ختم نبوت نے اپنے مدیر اعلیٰ کی ایک مؤثر و مدلل تحریر

قادیانیوں سے پہلا خطاب

خوبصورت پمفلٹ کی صورت میں شائع کی ہے۔ اس پمفلٹ کے مصارف کا نصف حصہ مرکزی بزم ختم نبوت برداشت کرے گی اور نصف وہ حضرات جو اسے ... تقسیم کریں گے۔ مع محصول ڈاک ... روپے فیصد کے حساب سے رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر یہ مؤثر پمفلٹ طلب فرمائیے۔ اور اپنے ہاں مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں میں تقسیم کر کے فریضہ احقاق حق و ابطال باطل سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش فرمائیے۔

ناظم اعلیٰ مرکزی بزم ختم نبوت جناح کالونی۔ لائل پور

ٹنڈر نوٹس

پرسنٹیج / ریٹ ٹنڈر برائے مندرجہ ذیل کام ان ... محکمہ بلڈنگ کے منظور شدہ ٹھیکیداران جو سال ۱۹۶۸ء کے لئے انلسٹمنٹ یا تجدید کروا چکے ہوں اور ... متعلقہ ... کر چکے ہوں مطلوب ہیں بوقت اجرا ٹنڈر فارم ٹھیکیداران کو کاغذات متعلقہ انلسٹمنٹ یا تجدید ... پیش کرنا ضروری ہیں۔

ٹنڈر زیر دستخطی کے دفتر میں بموجودگی ان ٹھیکیداران یا ان کے مجاز ایجنٹوں کے جو ٹنڈر کھلنے کے وقت موجود ہوں گے مورخہ ... ۱۹۶۸ء ... بوقت ۱۱ بجے قبل دوپہر وصول کر کے کھولے جاویں گے۔

ٹنڈر بغیر ... زر ضمانت بشکل چالان خزانہ یا کال ڈیپازٹ قابل قبول نہ ہو گا — زیر دستخطی کسی ایک یا تمام ٹنڈروں کو بلا تشہیر وجوہات مسترد کرنے کا مجاز ہو گا۔

نام کام	زر تخمینہ	زر ضمانت	میعاد کام
... کی تعمیر	۱۲۴،۰۰۰/-	۳،۱۰۰/-	تین ماہ

ٹنڈر فارم مورخہ ۱۹ اپریل ... تک دفتری اوقات میں ... جاری کئے جاویں گے۔

ایگزیکٹو انجینئر
پراونشل بلڈنگ ڈویژن سرگودھا

IPP (M)) 475/68

(مجلہ رسم ملبوعہ ایڈیٹر پبلشر نے پاکستان ایکوک پریس لائلپور سے چھپوا کر دفتر المنبر جناح کالونی لائلپور سے شائع کیا)